روس میں پان ترکزم اور اسلام

(۴)

تلخیص و ترجمہ

بشکیریا کی خود مختار جمہوریہ

اشتراکی انقلاب کے بعد جب ۲۶ر اکتوبر ۱۹۱۷ء کو بشکیریا کے صدر مقام اوفا پر سوویت حکومت کا قبضہ ہوگیا، تو بشکیری قوم پرستوں نے اس خیال سے کہ نہ تو انہیں تاتاریوں سے تعاون کرنا پڑے اور نہ بالشویکوں سے، اپنا مرکز اوفا سے اورن برگ منتقل کرلیا۔ اس وقت ان کا اصرار زیادہ اس پر تھا کہ بشکیریا کی اپنی ایک خود مختار جمہوریہ بن جائے۔ بالشویکوں اور ان کے مخالفوں کی کشمکش کے ابتدائی دور میں بشکیری قوم پرست تقریباً غیر جانبدار رہے۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۱۷ء کو ان کی مرکزی کمیٹی کی طرف سے جو پہلا منشور شائع ہوا، اس میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔

"ہم نہ بالشویک ہیں، نہ منشویک۔ ہم صرف بشکیری ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ ہمیں کس طرف ہونا چاہئیے، تو ہم صرف اپنی طرف ہیں۔"

خانہ جنگی کے دوران بالشویک دشمن فوجی قیادت نے بشکیریا کی خود مختاری کی تائید کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر بشکیری قوم پرستوں نے ولیدوف کی زیر سیادت سوویت فوجی کمان سے مصالحت کرلی اور ولیدوف خود اور دوسرے بشکیری کمیونسٹ پارٹی میں داخل ہوگئے۔ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونے کے بعد بھی بشکیری قوم پرستوں کے پیش نظر اپنا وہی خود مختار جمہوریہ بشکیریا کا مقصد رہا۔ اس کی وجہ سے ان کی سوویت حکومت کے علاوہ خود تاتاریوں سے بھی برابر ان بن ہوتی رہی۔

لہ یہ مضمون ہارورڈ (امریکہ) یونیورسٹی سے شائع شدہ ایک انگریزی کتاب سے ماخوذ ہے (مدیر)

ولیدوف اپنے ساتھی کمیونسٹوں سے اثنائے گفت گو میں یہ بات نہیں چھپاتا تھا کہ اس کے پروگرام کا ایک بنیادی نقطہ ایک خود مختار بشکیریا کا قیام ہے جہاں بشکیری ہی حکمراں سیاسی قوت ہوں اور نہ صرف بشکیریا میں روسی آبادکاری کو روکا جاسکے بلکہ آبادکاروں سے بشکیری زمینیں واپس لی جائیں۔ ولیدوف اپنے ہاں مسلمان ترکوں کو آباد کرنا چاہتا تھا تاکہ اس طرح بشکیریا ایک خالص ترکی علاقہ بن جائے۔ اس سے بشکیریوں اور سوویت فوج میں تصادم ہوتا رہتا۔ جب تک کہ خانہ جنگی جاری رہی، اسٹالن بشکیری قوم پرستوں کو ٹالتا رہا، لیکن جیسے ہی سوویت حکومت کو ادھر سے قدرے اطمینان ہوا، اس نے اس معاملے میں دو ٹوک فیصلہ کردیا۔

غرض احمد زکی ولیدوف کی یہ ساری کوشش بے کار گئی۔ بشکیری قوم پرستوں کی تنظیم توڑ دی گئی۔ اسی زمانے میں (۱۹۲۱ء۔ ۱۹۲۲ء) بشکیریا میں سخت قحط پڑا جس میں کوئی ۲۵ فیصدی آبادی ہلاک ہوگئی ہلاک ہونے والوں میں جہاں روسی اور تاتاری آبادکار بچے اور بڑے تھے، وہاں نیم خانہ بدوش بشکیری بھی تھے، بشکیریوں کی ان توقعات پر کہ ان کی نسلی حدود کے اندر ان کا صحیح معنوں میں ایک قومی خود مختار علاقہ ہو، آخر میں ۱۹ جون ۱۹۲۲ء کو سوویت حکومت کے ایک فرمان نے خط تنسیخ کھینچ دیا۔

قازقستان کی علاقائی خود مختاری

قازقستان کا رقبہ دس لاکھ مربع میل سے کچھ زیادہ ہے۔ ۱۹۲۰ء میں اس کی ایک تہائی آبادی روسی یوکرینی آبادکاروں اور شہر میں رہنے والوں کی تھی، باقی کی دو تہائی آبادی خانہ بدوش اور نیم خانہ بدوش قازقوں کی تھی جن میں سے ۱۵ فی صد شہروں میں رہتے تھے، اور ان میں سے ۵ فی صد سے زیادہ خواندہ نہ تھے۔ ظاہر ہے ایسے علاقوں میں سیاسی سرگرمیاں کیا ہوں گی۔ قازقوں کا سب سے بڑا مسئلہ باہر سے آنے والے آبادکاروں کا تھا۔ بشکیریوں کی طرح قازق بھی تاتاری قیادت سے آزاد رہنے کے خواہاں تھے۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد انہوں نے بھی قازق علاقے کی علاقائی خود مختاری کا اعلان کردیا۔

قازقستان میں روس کی خانہ جنگی کے دوران دونوں فریقوں کے حامی آپس میں لڑتے رہے۔ جہاں تک شہروں کا تعلق تھا، وہاں تو سفید اور سرخ فوجوں کا قبضہ رہا۔ لیکن سطح مرتفع اور دور افتادہ دیہات تک ان میں سے کسی کی پہنچ نہ تھی۔ آخر اکتوبر ۱۹۲۰ء میں پہلی قازق سوویت

کی آئین ساز اسمبلی کا اجلاس ہوا، جس میں ۲۷۷ نمایندوں نے حصہ لیا، جن میں سے صرف ۲۷۳ کو ووٹ کا حق تھا، اور ان میں سے ۱۹۷ کمیونسٹ تھے۔ اس اسمبلی نے ایک منشور شائع کیا، جس کی رو سے قازقستان کو آزاد سوویت سوشلسٹ جمہوریتوں کی وفاقی یونین میں ایک خود مختار رکن کی حیثیت سے شامل ہونے کا مجاز قرار دیا گیا۔ قازق آئین ساز اسمبلی میں بین الاقوامی صورت حال بھی زیر بحث آئی۔ سٹالن کے نمائندے نے اپنی طویل تقریر میں کہا کہ قازقوں کو مشرق میں انقلاب کا ہراول ہونا چاہیئے۔ ایک خصوصی اپیل میں مشرق کے عوام پر زور دیا گیا کہ وہ سوویت انقلاب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے استعمار پرستوں کی زنجیروں کو اتار پھینکیں۔

جمہوریہ قازقستان کے ابتدائی سالوں میں قازق قوم پرستوں اور قازق کمیونسٹوں میں برابر کشمکش رہی۔ لیکن ۱۹۲۱ء میں جو قحط پڑا، جس سے کہ بیس لاکھ قازق متاثر ہوئے۔ اس نے بشکیریوں کی طرح قازقوں کی بھی کمر ہمت توڑ دی۔ ۱۹۲۲ء میں ایک قازق نیشلسٹ کمیونسٹ نے لکھا ہے۔ "مستقبل کے لئے ہمارا طریقہ کار یہ ہونا چاہیئے۔ ہم اس وقت قازقستان کی سیادت کے لئے جدوجہد نہیں کر رہے۔ لیکن ہمارا نصب العین اب بھی یہی ہے۔ اگر ہم اس کے لئے لڑتے بھی تو کامیابی ممکن نہ تھی۔ اس لئے ہماری تمام تر کوششیں نوجوانوں کو تعلیم دینے اور ان کو آیندہ کبھی زور آزمائی کے لئے تیار کرنے پر صرف ہونی چاہئیں۔"

وسط ایشیا کے ترکمانوں کی بے حسی

معاصر وسطِ ایشیا کے دو جرمن مورخوں نے لکھا ہے کہ جہاں ایک طرف انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء میں سوویت کے حامی تاشقند کی مسند اقتدار پر قبضہ کر رہے تھے، وہاں دوسری طرف مقامی ترکمان روس کے اور خود اپنے انقلابی لیلیٰ کو بڑی بے حسی سے بطور تماشائی دیکھ رہے تھے اور یہ واقعہ ہے کہ فروری ۱۹۱۷ء سے اکتوبر ۱۹۱۷ء تک بلکہ اس کے بعد کے مہینوں میں بھی جب کہ آنے والے زمانوں کے مقدر کا فیصلہ ہوا تھا، وسطِ ایشیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے اردگرد ہونے والے سیاسی واقعات سے بہت کم دلچسپی لی۔ ان کا یہ طرز عمل بہت حد تک نخلستانی زندگی کا لازمہ تھا۔

۱۹۱۷ء میں وسط ایشیا کی کل آبادی کا $\frac{4}{5}$ حصہ دریائے جیحوں و سیحوں کے دوابے

میں واقع نخلستانوں میں آباد تھا۔ اور اس آبادی کو متحد کرنے والی صرف اسلام اور اس کے علماء و مساجد کی طاقت تھی لیکن جب تک مذہب پر کوئی زد نہ پڑتی، اور اسے خطرے میں نہ محسوس کیا جاتا یہ طاقت بھی عام طور پر خوابیدہ ہی رہتی۔ پھر دوسری دقت یہ تھی کہ اگر سیاسی اور فوجی معاملات کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوتا، تو علماء اور دین دار مسلمان بالعموم ان کے بارے میں غیر جانبدار رہتے۔

علاوہ ازیں وسط ایشیا کے نیم خانہ بدوش اور پہاڑی قبائل دیہات اور شہروں میں رہنے والوں سے اپنے مزاج، ذہنیت اور فوجی استعداد میں بالکل مختلف تھے۔ خشک میدانوں میں رہنے والے بہت سے ترک اور تاجک قبائل میں ۱۹۱۷ء تک قبائلی قسم کا ہی نظام رائج تھا، جس میں کہ سرداروں کی اطاعت لازمی ہوتی ہے۔ ۱۹۲۰ء کے بعد جب سوویت اقتدار ان اطراف میں مستحکم ہوا، تو انہی قبائل کی طرف سے اس کے خلاف بغاوت ہوئی۔ جس کا سبب کوئی نظریاتی نزاع نہ تھا۔ بلکہ یہ ان قبائل کی اپنی قدیم قبائلی روایات کی حفاظت کے لئے جدوجہد تھی۔ باقی جہاں تک دوسری آبادی کا تعلق تھا۔ وہ سیاسی جمود اور ثقافتی پس ماندگی کی وجہ سے ہر زبردست کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی مدتوں سے عادی ہو چکی تھی، چنانچہ جب زار روس کا اقتدار ختم ہوا، تو اس کی جگہ سوویت اقتدار نے بڑی آسانی سے لے لی۔

۱۹۱۷ء میں وسط ایشیا میں مسلم سیاسی سرگرمیوں کا آغاز یوں ہوا کہ حسب معمول مقامی تاتاریوں نے وولگا یورال کے مسلمانوں کی دوسرے لفظوں میں تاتاریوں کی ایک کانفرنس بلائی (۱۳-۲۰ اپریل ۱۹۱۷ء) ۱۴ اپریل کے اجلاس میں اس میں بعض وسط ایشیائی دانشور جو اکثر "جدیدیین" تھے، اور مارچ میں "شورائے اسلامی" کے نام سے ایک جماعت بنا چکے تھے، شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں اس وقت کے خصوصی معمول کے مطابق (مارچ۔ اپریل ۱۹۱۷ء) بعض قراردادیں منظور کی گئیں۔ جن میں روسی دستور کو جمہوری اور وفاقی اصولوں پر تشکیل کرنے، مسلمانوں کو مساوی حقوق دینے اور مسلمان علماء کی حالت کو بہتر بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ نیز ایک جمعیت العلماء قائم کی گئی، جس نے فوراً ہی ایک انتہا پسندانہ قدامت پرست مسلک اختیار کر لیا۔ کانفرنس کے آخری اجلاس میں ترکستان مسلم سنٹرل سوویت (ترکستان مسلمان مرکزی

شورائیہ) قائم کی گئی۔ جس کا بعد میں نام "ملّی مرکز" رکھا گیا۔ اس میں تاتاری اور مقامی "جدیدیین" خاص طور سے نمایاں تھے۔ "ملّی مرکز" کی پالیسی کافی حد تک اعتدال پسند اور غیر جارحانہ تھی۔

رجعت پسند علماء اور جدیدیین

مئی ۱۹۱۷ کی پہلی کل روسی مسلم کانگریس کے بعد "ملّی مرکز" کے جدیدیین ارکان نے خود مختاری کا سوال اٹھایا۔ وہ صرف داخلی خود مختاری کے حامی تھے۔ روس سے سیاسی طور پر الگ ہونے کے وہ حق میں نہ تھے۔ دراصل ۱۹۱۷ء میں جدیدیین روسی طاقت اور انقلاب سے کہیں زیادہ مسلم علماء کی رجعت پرستی سے خوف زدہ تھے اور ان کا یہ خوف بہت حد تک صحیح تھا۔ اگست ۱۹۱۷ء میں وسط ایشیا کے سب سے زیادہ یورپین اور ترقی یافتہ شہر تاشقند میں جو شہری کونسل کے انتخابات ہوئے، تو ان میں قدامت پسندوں کی غالب اکثریت کامیاب ہوئی۔ رجعت پسند مسلمان علماء نے روسی دائیں بازو والوں سے مل کر ۶۰ فیصد ووٹ لئے۔ "شورائے اسلام" کے جدیدیین اور ترک قوم پرستوں کو ۱۰ فی صد اور سوشلسٹ انقلابیوں کو ۲۵ فی صد ووٹ ملے، سوشلسٹ ڈیموکریٹ اور بالشویک دونوں مل کر کونسل کے کل ۱۰۰ نمائندوں میں سے صرف تین نمائندے منتخب کرا سکے (جن میں از بک صرف ایک تھا) تاشقند کے اس انتخاب کے بعد جدیدیین کو اچھی طرح سے معلوم ہو گیا کہ صوبوں کے انتخابات میں قدامت پسند علماء کا پلّہ اور بھی بھاری ہو گا۔ چنانچہ علماء کے بارے میں ان کا رویہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا۔

اب جہاں تک علماء اور مذہبی طبقوں کا تعلق تھا، انہیں نہ تو داخلی خود مختاری سے دلچسپی تھی اور نہ مکمل آزادی سے۔ ان کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وسط ایشیا کی مسلمان آبادی پر ان کا مذہبی اثر و نفوذ بحال رہے۔ انہوں نے روسی دائیں بازو والوں سے محض جدیدیین اور دوسری بائیں بازو والی پارٹیوں سے مخالفت کی وجہ سے تعاون کیا تھا۔ جنہیں یہ علماء بے دین ملحد کہتے تھے۔ ۱۹۱۷ء کے موسم گرما و خزاں میں اس کشمکش میں بعض مسلمان لبرل اور سوشلسٹ مارے بھی گئے تھے۔ جب "ملّی مرکز" نے وسط ایشیا کی داخلی خود مختاری کا آئین بنانا شروع کیا۔ تو علماء نے اصرار کیا کہ اس میں ایسی دفعات رکھی جائیں جن میں خود مختار مملکت کے قانون ساز اور عاملہ (ایگزیکیٹو) اداروں کی نگرانی کی علماء کو ضمانت دی جائے اور انہیں انتظامیہ

(ایڈمنسٹریشن) پر بھی کنٹرول ہو۔

ظاہر ہے جیسا کہ انتخابات سے واضح ہو چکا تھا، وسط ایشیا کی آبادی کی غالب اکثریت کے نمائندہ علماء تھے۔ اور شورائے اسلام کے جدید یین اور دوسرے مسلمان سوشلسٹ عملاً بے سہارا تھے۔

جب اکتوبر ۱۷ ۱۹ء میں لینن پیٹرز برگ میں عنانِ اقتدار ہاتھ میں لینے میں کامیاب ہو گیا تو تاشقند پر اس کے حامیوں کے ایک گروہ نے قبضہ کر لیا۔ جو روسی خانہ جنگی کے دوران اس تمام عرصے میں ۱۹ ۱۹ء کے اواخر تک وہاں برسرِ اقتدار رہے۔ انقلاب اکتوبر کے بعد تاشقند کے مسلمانوں نے سوویت طاقت کو مسلمانوں کے خلاف نہیں جانا، بلکہ وہ اسے تمام اقوام کی مساوات کے اصولوں کا علم بردار سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کے لبرل گروہ نے وسط ایشیا میں بالشویک اقتدار کا خیر مقدم کیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ غیر متوقع بات یہ ہوئی کہ تیسری مسلم وسط ایشیائی کانفرنس منعقدہ ۱۵ر نومبر ۱۷ ۱۹ء کی قدامت پرست اکثریت نے تاشقند کے "فاتحین انقلاب اکتوبر" کے ساتھ تعاون کرنے اور ان سے مل کر مشترکہ حکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔ جس میں کہ چھ نمائندے علماء کے ہوں، تین میونسپلٹیوں کے اور تین تاشقند سوویٹ کے۔ اس کانفرنس پر تمام تر علماء ہی حاوی تھے۔ اور جدید یین اور شورائے اسلام والوں کو اس میں مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن تاشقند کی سوویت کانگرس نے علماء کی یہ پیش کش مسترد کر دی اور بالشویکوں اور بائیں سوشلسٹوں کے ایک مختصر سے گروہ نے تاشقند کی حکومت سے مقامی آبادی کو خارج ہی رکھا۔

جب تاشقند کی سوویت حکومت نے علماء کے اس تعاون کو مسترد کر دیا تو انہوں نے ایک متحدہ اسلامی جمعیت بنانے کے لئے شورائے اسلام کے لبرلوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس جمعیت کا نام "اتفاق المسلمین" تھا۔ نومبر کے اواخر میں فرغانہ کے شہر خجند میں چوتھی مسلم وسط ایشیائی کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں روسی جمہوریہ کے اندر ترکستان کی داخلی خود مختاری کا اعلان کیا گیا۔ خجند کی یہ حکومت تاشقند کے ماتحت نہ تھی۔ اور دونوں حکومتیں بیک وقت اپنے احکام جاری کرتی تھیں۔ وقتی طور پر مصلحتاً ماسکو کی سوویت حکومت نے خجند اور

تاشقند کی حکومتوں کے اس جھگڑے میں مداخلت نہیں کی لیکن کچھ عرصہ بعد تاشقند کے فوجی دستے خجند کی طرف بڑھے اور ۱۹ فروری ۱۹۱۸ء کو خجند پر ان کا قبضہ ہوگیا، اور اس طرح ترکستان کی یہ خود مختار حکومت ختم ہوگئی۔ لیکن خجند کی اس حکومت کے ختم ہوتے ہی ترک قبائل کی مزاحمت شروع ہوگئی، جس نے "بسمچی" تحریک کی شکل اختیار کی۔

تاشقند سوویت حکومت کے ہاتھوں خجند کی خود مختار حکومت کے خاتمے کے بعد بظاہر تو وسط ایشیا کی مسلم آبادی اور بالشویکوں میں کسی قسم کے تعاون کا امکان نہیں رہنا چاہیئے تھا لیکن فروری ۱۹۱۸ کے واقعات (خجند کا سقوط) کے فوراً ہی بعد ازبکوں کی ایک جماعت تاشقند پہنچی اور اس نے سوویت حکام سے تعلقات قائم کرنے پر آمادگی ظاہر کی اسی کی وجہ سے وسط ایشیا میں سوویت اقتدار کو مستحکم ہونے میں بڑی مدد ملی۔ یہ ازبک نوجوان بخاری لبرل تھے، جو امیر بخارا کے خلاف اپنی جدوجہد میں حلیف ڈھونڈنے تاشقند پہنچے تھے۔

بخارا میں اصلاح پسندوں کا قتل

بات یہ ہوئی کہ جب فروری ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت گئی، تو نوجوان بخاری لبرلوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر امیر بخارا سے کچھ آئینی اصلاحات تسلیم کرالی تھیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں امیر کے سابق رجعت پسند مشیر جلاوطن کر دیئے گئے۔ اور نظر یہ آتا تھا کہ اب قرون وسطیٰ کے دور کے اس شہر میں پارلیمانی اور جمہوری نظام معرض وجود میں آگیا ہے۔ لیکن اپریل میں پھر رجعت پسند غالب آگئے۔ اور امیر کے سابق مشیر خواجہ نظام الدین نے جلاوطنی سے واپس آکر لبرلوں کے خلاف مہم شروع کر دی، انہوں نے بخارا کے عوام کو مشتعل کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اب آئینی اصلاحات کے بجائے بے دین جدیدیئن اور شرع محمدی کے باغیوں کو سخت سزا دینے کے حق میں مظاہرے شروع ہوگئے۔ اس عوامی سیلاب کے سامنے نوجوان بخاری لبرلوں کے پاؤں ٹھہر نہ سکے، ان کی اکثریت کو گرفتار کر لیا گیا باقی بھاگ گئے۔ اور بہت سے عوام اور امیر کے آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے یا ان کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ اگر بخارا میں روسی سفیر بیچ میں نہ پڑتا اور اس کی طرف سے مداخلت کی دھمکی نہ دی جاتی، تو نوجوان بخاری لبرلوں کا بالکل صفایا کر دیا جاتا۔

یہ انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء سے پہلے کے واقعات ہیں۔ اس انقلاب کے بعد نوجوان بخاریوں کے ایک وفد خجند گیا اور وہاں کی مسلم کانگرس سے اعانت چاہی، پھر وہ تاشقند پہنچے، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس وفد کی قیادت فیض اللہ خواجہ، جو بخارا کے ایک دولت مند ترین خاندان میں سے تھا۔ کر رہا تھا۔ خواجہ فیض اللہ کے اصرار پر مارچ ۱۹۱۸ء میں امیر بخارا کے خلاف ایک فوجی مہم تاشقند سے بھیجی گئی۔ جو بُری طرح ناکام ہوئی۔ اس کے بعد بچے کھچے نوجوان بخاری کوئی نشان تک سمرقند اور تاشقند میں بطور پناہ گزینوں کے رہے۔ اور تاشقند کے بالشویک ان کی مدد کرتے رہے۔ وہ جدیدین میں شامل ہو گئے جن میں سے ایک مختصر سا مگر مضبوط گروپ سوویت حکومت سے تعاون کا حامی تھا۔ اسی زمانے میں جدیدین نے کمیونسٹ پارٹی سے بھی روابط پیدا کرنے شروع کر دیئے اور ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۰ء میں ماسکو کی مدد سے ان کی پارٹی کے اندر کافی طاقت ہو گئی۔

تاشقند کے بالشویک حکمرانوں کی بعض بے اعتدالیوں کی طرف حکومت ماسکو کی توجہ ہوئی، تو ماسکو سے ایک خصوصی کو میسار بھیجا گیا، جس کی زیر ہدایت پانچویں وسط ایشیائی سوویتوں کی کانگرس نے ۳۰ اپریل ۱۹۱۸ء کو ترکستان خود مختار جمہوریہ" کے قیام کا اعلان کیا، جو سوویت جمہوریتوں کے وفاق سے ملحق تھی۔ اور اس کے لئے ۳۶ ارکان کی ایک مرکزی کمیٹی چنی گئی، جن میں دس مسلمان تھے اور یہ زیادہ تر جدیدین تھے لیکن تاشقند کا حکمران بالشویک گروپ ماسکو کی اجازت سے مزید ایک سال تک مقامی آبادی کو اپنے ساتھ شامل کئے بغیر آزادی سے برسر کار رہا

جمہوریہ ترکستان کا قیام

ماسکو کے فرستادہ کو میسار کی زیر نگرانی نئی خود مختار جمہوریہ ترکستان کا نظام کار بنانے کے لئے ۱۷۔ ۲۲ جون ۱۹۱۸ء کو جو پہلی علاقائی پارٹی کانگرس ہوئی اس نے ماسکو کے دباؤ کے تحت اور کو میسار مذکور کی رہنمائی میں مقامی مسلم آبادی کا تعاون حاصل کرنے کے سلسلے میں یہ قراردادیں منظور کیں۔

۱۔ پارٹی کی تنظیمات اور سوویت کے نمائندوں سے ملحق مسلم سیکشنوں کا قیام

۲۔ روسی زبان کی ساتھ سطح پر کاروبار حکومت کے لئے مسلم زبان کا اجرا۔

۳۔ مسلم زبان میں مطبوعات کی اشاعت

۴۔ مقامی حالات سے واقف تجربہ کار کارکنوں کو نظم و نسق میں شامل کیا جائے۔
۵۔ مسلم فوجی دستوں کی بھرتی۔
۶۔ مقامی زبانوں میں کیمونسٹ لٹریچر کی اشاعت

خانہ جنگی کے دوران حکومت ماسکو نے تاشقند کے معاملات میں زیادہ مداخلت نہیں کی لیکن فروری ۱۹۱۹ء کے کچھ بعد ماسکو کی طرف سے پھر اسی کو میسار کو لوزیف کو تاشقند بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں کی مقامی مسلم آبادی میں کیمونسٹ تحریک کی ترویج کرے۔ اس دفعہ سے بڑی کامیابی ہوئی، انہی دنوں وسط ایشیائی سوویتوں کی جو ساتویں کانگرس ہوئی اس میں مقامی دانشوروں بالخصوص جدیدیین نے کیمونسٹ پارٹی میں بڑی دلچسپی لی، اس کانگرس میں نصف ڈیلیگیٹ مسلمان تھے۔ تاشقند کا بالشویک حکمران گروپ اب عملاً بے اثر ہو چکا تھا۔ کچھ دنوں بعد کو لوزیف نے دوسری علاقائی پارٹی کانفرنس سے مسلمان تنظیموں کے علاقائی بیورو کے قیام کی تجویز منظور کرالی۔ اس بیورو میں سابق جدیدی قوم پرست تحریک کے ممتاز رہنما جیسے طرسون خواجہ، رسیکولوف اور نظام الدین خواجہ شامل تھے۔ اس بیورو نے مسلمانوں کو کیمونسٹ پارٹی میں بھرتی کرنے کی مہم شروع کی اس میں اسے بڑی کامیابی ہوئی، اور اس طرح وسط ایشیائی علاقائی (ریجنل) کیمونسٹ پارٹی میں مسلمان کیمونسٹوں کا اپنا گروہ منظم ہو گیا۔ اور سابق جدیدی رہنما ایک بااثر طاقت بن گئے۔

۲۴۔ ۳۰ مئی ۱۹۱۹ء کو وسط ایشیا کے مسلم کیمونسٹوں کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس دفعہ ازبک کیمونسٹوں کو اپنی سیاسی شکایات پیش کرنے کا صحیح معنوں میں موقع دیا گیا چنانچہ مسلم ڈیلیگیٹوں نے بڑے جوش سے تاشقند سوویت کے کومیساروں پر تنقید کی اور پارٹی سے اپنے بعض مطالبات منوا بھی لئے۔ کانفرنس نے مشرق کے عوام سے اپیل کی کہ وہ "ہندستان، افغانستان، ایران، چین، بخارا ایشیائے کوچک اور مشرقی ایشیا کے پسے ہوئے عوام میں سے ۔۔۔" ایک ایک، ایک ایک، ایک ایک " کے اس انقلاب کی تائید کریں۔

ماسکو اور اس کے فرستادہ کو لوزیف کی پیہم کوششوں سے جدیدیین جو حال ہی میں کیمونزم میں داخل ہوئے تھے، بہت بڑی تعداد میں سوویت کی انتظامی مشینری میں

حامل ہوگئے۔ تاشقند کی تیسری علاقائی پارٹی کانگرس منعقدہ یکم جون ۱۹۱۹ء میں وسط ایشیائی سپریم پارٹی آرگن کی گیارہ نشستوں میں چار مسلمانوں کو دی گئیں پانچویں علاقائی پارٹی کانفرنس (وسط جنوری ۱۹۲۰ء) نے مسلمانوں یا زیادہ صحیح الفاظ میں جدیدی گروپ کی پوزیشن وسط ایشیائی پارٹی کی انتظامی مشینری میں اور مضبوط کردی، اور اس دفعہ پارٹی کی علاقائی بیورو میں مسلمانوں کی غالب اکثریت آگئی، اور اس کا سیکرٹری مشہور جدیدی لیڈر طرسون خواجہ مقرر کیا گیا۔

مسلمان کمیونسٹوں اور سوویت کمیونسٹ پارٹی میں اختلافات

اب ان مسلمان کمیونسٹوں اور سوویت کمیونسٹ پارٹی میں اختلافات شروع ہوتے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں :- "تاشقند کا بالشویک آبادکار حکمراں گروہ تو ختم ہوگیا، لیکن ان کی جگہ زیادہ خطرناک جدیدی کمیونسٹوں نے لے لی۔ اور انہوں نے جیسے ہی اقتدار ہاتھ میں آیا اپنے مقاصد کا اظہار کرنا شروع کردیا۔ اسی پانچویں علاقائی پارٹی کانگرس میں، جس میں کہ مسلمانوں کو اس کی بیورو میں اکثریت حاصل ہوئی تھی، نیز مسلم کمیونسٹوں کی تیسری کانفرنس میں جو اسی پارٹی کانگرس کے ساتھ ہی منعقد کی گئی تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ خودمختار جمہوریہ ترکستان کا نام سرکاری طور سے خودمختار جمہوریہ ترک ہو۔ اور ترکستان کی علاقائی کمیونسٹ پارٹی کا نام بدل کر ترک (TurKic) کمیونسٹ پارٹی رکھ دیا۔ مسلمان کمیونسٹ صرف یہیں نہیں رکے، انہوں نے اپنی کمیونسٹ انقلابی تحریک شروع کرنے اور روس کے تمام ترکوں کو ایک ہی علاقائی اور سیاسی وحدت کے تحت متحد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح وہ بظاہر وولگا یورال کے تاتاری سیاست دانوں کے ۱۹۱۷ء کے اقدام کی تقلید کر رہے تھے، لیکن اس دفعہ روسی ترکوں کی اس پان ترک تحریک کا مرکز قازان کے بجائے تاشقند تھا"

(مسلسل)